Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography
ISSN: 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

اخلاقِ نبوی ﷺ اور ان کے اثرات: قاضی عیاضؒ کی کتاب الشفاء کے تناظر میں ایک مطالعہ

Prophetic Ethics ﷺ and Their Impacts: A Study in the Light of Qadi 'Iyad's Al-Shifa

Dr. Janas khan
Professor Department of Islamic Studies & Religious Affairs, University of Malakand. Email: drjanaskhan9911@gmail.com
Muhammad Dawood Khan*
PhD Scholar Department of Islamic Studies & Religious Affairs, University of Malakand. Email: muhammaddawoodkhan749@gmail.com
Zakir ullah
PhD Scholar Department of Islamic Studies & Religious Affairs, University of Malakand. Email: zakiruom438@gmail.com

Abstract

Human creation is fundamentally linked with the worship of Allah, which finds its true expression in following the teachings of the Prophet Muhammad ﷺ. Among these teachings, noble character (Akhlaq Hamidah) stands as a central element. Qadi 'Iyad's classical masterpiece Al-Shifa bi Ta'rif Huquq al-Mustafa presents a comprehensive account of the Prophet's ﷺ rights and attributes, including the remarkable aspects of his moral character. This study seeks to explore how the noble conduct of the Prophet ﷺ contributed to the universal spread of Islam, with particular reference to the insights presented in Al-Shifa. It further aims to highlight the transformative power of Prophetic ethics in both personal spirituality and social reformation. The research employs a qualitative, descriptive, and analytical approach. Classical sources, including the Qur'an, Hadith, works of Islamic scholarship, and especially Al-Shifa, are critically examined to understand the ethical dimensions of the Prophet's ﷺ life and their influence on Islamic expansion. The study reveals that the Prophet ﷺ was divinely perfected in character and appeared in a society marked by deep moral decline. Numerous accounts show that many embraced Islam solely due to his noble manners, though some opponents remained resistant despite witnessing his unmatched ethics. Qadi 'Iyad's Al-Shifa demonstrates that the Prophet's ﷺ moral excellence was not only central to his Prophethood but also a timeless foundation for the spread of Islam. His ethics remain a universal guide for humanity and a means of bridging spiritual, social, and cultural divides.

Keywords: Muhammad ﷺ, Islamic Ethics, Al-Shifa, Universal Islamic Message

* Email of corresponding author: muhammaddawoodkhan749@gmail.com

تعارف:

انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد اللہ رب العزت کی عبادت ہے۔ اس مقصد کی تکمیل اس وقت ممکن ہے جب بندہ اپنی زندگی کو رسول اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزارے۔ ان اصولوں کی تفصیل قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ اور سیرت کی کتب میں بھی بیان کی گئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسالت کے منصب کے لیے نبی کریم ﷺ کا انتخاب فرمایا تو آپ کو ہر پہلو سے کامل اور بے عیب بنایا۔ آپ ﷺ ایسے وقت میں جزیرۂ عرب میں جلوہ گر ہوئے جب وہاں اخلاقی گراوٹ عروج پر تھی۔ ان حالات میں آپ ﷺ نے تبلیغ و رہنمائی کی وہ آواز بلند کی جو خالصتاً الٰہی تعلیمات اور اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک پژمردہ اور گمراہ قوم کو حیاتِ نو بخشی، معاشرے کو مثالی بنایا اور انسانیت کے رہنما کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ ﷺ اخلاقی عظمت کی بلند ترین چوٹی پر فائز تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: "یقیناً آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔"[1] یہی وہ اعلیٰ اخلاق تھے جن کی بے شمار مثالیں آپ کی زندگی میں ملتی ہیں، حتیٰ کہ بہت سے غیر مسلم بھی صرف آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کی عظمت وہ پہلو ہے جس نے بے شمار دلوں کو مسخر کیا اور لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف مائل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جہاں غیر مسلم صرف آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے۔ اسی تناظر میں علماو محدثین نے بھی آپ ﷺ کے اخلاقی اوصاف پر خصوصی توجہ دی ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ سیرت النبی ﷺ میں ایک نمایاں اور مایہ ناز تصنیف ہے، جس میں آپ نے نبی کریم ﷺ کے حقوق اور اوصاف کو نہایت جامع اور دلنشین انداز میں یکجا کیا ہے۔ انہی اوصاف میں آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کو بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ میں نے اپنے اس مقالے میں پہلے اخلاق کے مفہوم اور پھر اخلاقِ حسنہ کے فضائل کو ذکر کیا ہے، اس کے بعد حضور ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ کی وضاحت اور ان کے چند واقعات پیش کیے ہیں۔ ان واقعات میں وہ مثالیں بھی شامل ہیں جہاں غیر مسلم آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے، اور آخر میں وہ پہلو بھی نمایاں کیے ہیں جہاں کفار نے باوجود آپ ﷺ کے بلند اخلاق کے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اصرار کیا۔

اخلاق کا مفہوم:

"اخلاق، لفظ خُلُق کی جمع ہے۔ اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد کسی شخص کے عادات واطوار اور زندگی گزارنے کا طریقہ ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ زبیدی نے وضاحت کی ہے": الخلق السجية۔[2] "اخلاق اُس حالت کو کہا جاتا ہے جو انسان کی طبیعت میں گہری جڑ پکڑ لے۔ ابن درید کے بیان کے مطابق": الخلق: الطبيعة، والخلقية ، السلعقة۔[3] اخلاق فطرت، عادت اور خصائل کو کہتے ہیں۔ انگریزی میں اخلاق کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

Ethics, morality, Politeness, Manners, Disposition, the good properties, virtues.[4]

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

فالخلق عبارة عن هيئةفى نفس راسخة عنها تصدر الاعمال بسهولة ويسر من غير حاجة الى فكروروية۔[5]

"خُلق اس پختہ کیفیت کو کہتے ہیں جو انسان کے نفس میں جاگزین ہو جائے اور جس کی بنا پر اعمال فطری طور پر اور بغیر کسی غور و فکر کے صادر ہوں۔"

ابن منظور لسان العرب میں لکھا ہے:

والخلق السجية وهو الدين والطبع والسجية وحقيقته انه لصورة الانسان الباطنة وهى نفسه واوصافها ومعانيها المختصة بمنزلة الخلق لصورتها الظاهرةواوصافها ومعانيها۔[6]

"یعنی خُلق سے مراد انسان کی فطرت اور طبیعت ہے۔ انسان کی باطنی ہیئت اپنے اوصاف اور مخصوص معانی کے ساتھ خُلق کہلاتی ہے، جیسے اس کی ظاہری ہیئت وصورت کو خَلق کہا جاتا ہے۔"

علامہ جرجانی کے نزدیک:

"اخلاق سے مراد وہ پختہ کیفیت ہے جو انسان کے نفس میں راسخ ہو جائے اور جس کے نتیجے میں نیک یا برے اعمال بغیر کسی تامل اور غور و فکر کے ظاہر ہوں۔"[7]

قاضی عیاض کا تعارف:

قاضی عیاض مغرب کے مشہور عالم تھے، اہل علم کا قول ہے کہ "اگر قاضی عیاض نہ ہوتے تو مغرب کا تاریخ میں ذکر بھی نہ ہوتا" مراکش کے مشہور تاریخ دان صغیر افرانی نے لکھا ہے:

شاع الآن على الالسنة ان يقولوا: لولا عياض ما ذكر المغرب، ولم اقف عليها لاحد من المتقدمين، ولا يبعد ذلك من حاله۔[8]

آپؒ کا مشہور نام ونسب عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرون بن عیاض ہے[9]۔ آپ کی کنیت "ابو الفضل جبکہ نسبت "الیحصبی ہے، مذکورہ نسبت قبیلہ اجمیر کے مشہور رئیس یحصب بن مالک کی طرف کی گئی ہے۔[10] آپ کی پیدائش شعبان المعظم کے پندرویں تاریخ 476ھ کو "سبتہ" نامی شہر میں ہوئی۔[11]

دینی علوم کا حصول:

دینی علوم حاصل کرنے کے لیے قاضی صاحب نے بہت سارے اسفار کیے، 507ھ کو آپ نے اپنے علمی اسفار کا آغاز کیا اور سب سے پہلا سفر قرطبہ کی طرف کیا۔[12] اس کے بعد 507ھ کو مُرسیہ سفر کر کے وہاں کے مشہور عالم، شیخ ابو علی صدفی سے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد تقریباً ایک سال علمی سفر کر کے مَریہ میں علم حاصل کرتا رہا اور بالآخر جمادی الثانی میں اپنے وطن تشریف لا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔[13]

دینی خدمات:

حصول علم کے بعد سب سے پہلے "مدونہ" میں درس و تدریس شروع کی، کچھ عرصہ بعد ریاستی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے، تقریباً 35 سال کے عمر میں آپ کو "سبتہ" کا قاضی بنایا گیا، کم و بیش 51 سال تک اس منصب پر فائز رہے، 531ھ میں منصب قضا سنبھالنے کے لیے غرناطہ تشریف لے گئے، اگلے سال واپس تشریف لائے جہان آپ کو مرابطی حاکم نے دوبارہ "سبتہ" کا قاضی بنایا۔[(14)]

وفات:

آپؒ 9 جمادی الثانی 544ھ، بروز جمعہ بوقت تہجد اس دنیافانی سے رحلت فرماگئے،[(15)] آپ کو مراکش میں دفن کیا گیا۔

الشفاء بحقوق المصطفیٰ کا مختصر تعارف:

"الشفاء" قاضی عیاض رحمہ اللہ کی مایہ ناز تصنیف ہے، جس کو قاضی صاحب نے 522ھ میں لکھا،[(16)] اس کتاب کا پورا نام "الشفاء بحقوق المصطفیٰ" ہے[(17)]، جس میں ایک جداگانہ حیثیت سے حضور ﷺ کی سیرت کا تذکرہ ہے، آپؒ کے بہت سارے تصانیف ہے پر "الشفاء" ایک ایسی تصنفیف ہے جس نے حضرت قاضی صاحب کو بلند مقام سے نوازا ہے۔

اخلاق حمیدہ کے فضائل:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ[(18)]

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آتے ہیں، اگر آپ سخت مزاج اور دل کے کٹھور ہوتے تو یہ سب لوگ آپ کے قریب نہ رہتے بلکہ منتشر ہو جاتے۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ[(19)]

برائی کو اس طریقے سے ٹال دو جو سب سے بہتر ہو، اس کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ دشمنی رکھنے والا شخص تمہارا قریبی اور مخلص دوست بن جائے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ[(20)]

اللہ تعالیٰ انصاف کرنے، بھلائی کرنے اور رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برے کاموں اور سرکشی سے روکتا ہے۔

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ[(21)]

ترجمہ: چلنے میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بیشک سب سے ناگوار آواز گدھے کی آواز ہے۔

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[(22)]

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے غصے پر قابو رکھتے ہیں اور دوسروں کو معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول اللهﷺ ان من اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا۔(23)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔"

وعن جابر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:إن من أحبِّكم إليَّ، وأقربِكم مني مجلسًا يوم القيامة، أحاسنكم أخلاقًا۔(24)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے قریب ترین وہ ہوں گے جن کے اخلاق تم میں سب سے بہتر ہوں گے۔"

عن عائشة رضي الله عنهامرفوعاً: إن المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم۔(25)

"ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن اپنے اچھے اخلاق کے سبب روزہ دار اور رات بھر عبادت کرنے والے کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔"

وعن أَبي الدَّرداءِ رضى الله عنه أَن النبيَّ ﷺ قالَ :مَا مِنْ شَيءٍ أَثْقَلُ في ميزَانِ المُؤمِنِ يَومَ القِيامة مِنْ حُسْنِ الخُلُقِ۔(26)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مؤمن کے ترازو میں سب سے زیادہ بھاری چیز اچھے اخلاق ہوں گے۔

وعن أبي هريرة رضى الله عنه قال: سئل رسول الله ﷺ عن أكثر ما يدخل الناس الجنة؟ قال :تقوى الله وحسن الخلق۔(27)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: وہ کون سی چیز ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا خوف (تقویٰ) اور اچھا اخلاق۔

قاضی عیاض حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ کے روایت کو ذکر فرماتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آئے تو ایک وادی جس میں بہت زیادہ درخت تھے وہاں درختوں کے سائے میں تلوار لٹکا کر آرام فرما ہونے لگے۔ اچانک ایک اعرابی غورث بن الحارث آپ کے پاس کھڑا ہوا تھا، وہ کہہ رہا تھا، تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ۔ تب اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، پھر رسول اللہ ﷺ تلوار پکڑ کر فرمایا: بتا کون اب تجھ کو میرے وار سے روکے گا؟ اس نے کہا: آپ اچھے پکڑنے

والے بنیں، پس آپ ﷺ نے اسے چھوڑ کر معاف کر دیا، پھر وہ اپنی قوم میں آیا اور کہا: میں تمہارے پاس ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں جو تمام لوگوں سے بہتر ہے۔(28)

سیرتِ نبوی ﷺ میں اخلاقِ حسنہ کے درخشاں نمونے

رسول اکرم ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کے جو نمونے سیرتِ مبارکہ میں پائے جاتے ہیں، ان کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ذیل میں ہم آپ کے اخلاقِ کریمانہ کے چند واقعات پیش کرتے ہیں۔

(۱) نبی اکرم ﷺ کے بلند اخلاق کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا: آپ کا دین تمام مذاہب میں سب سے عظیم ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے۔(29)

(۲) "ہشام بن عامر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اے ام المؤمنین! آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تو قرآن ہی تھا۔"(30)

(۳) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے سورۂ مؤمنون کی ابتدائی دس آیات 'قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'(31) سے تلاوت کی اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا اخلاق بہترین تھا۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ صحابہ کرام یا اہل بیت میں سے کوئی بھی آپ کو پکارلیتا تو آپ جواب دیتے: 'لبیک'۔ اسی کے بارے میں قرآن نے کہا' :وَإِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ '(32) یعنی بے شک آپ عظیم اخلاق پر قائم ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی شخصیت میں تمام اعلیٰ اخلاقی صفات جمع تھیں، اور آپ کے اخلاق کو عظیم اسی وجہ سے قرار دیا گیا کہ آپ مکارمِ اخلاق کے مکمل نمونہ تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں اخلاق کی بہترین قدروں کو کامل کر دوں۔"(33)

(۴) "حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور وہ بہترین انداز میں سکھایا۔"(34)

(۵) "حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، لیکن آپ نے کبھی مجھے 'اُف' تک نہیں کہا۔ اگر میں کوئی کام کرتا تو کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا، اور اگر کوئی کام چھوڑ دیتا تو بھی یہ نہ کہا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سب سے اعلیٰ تھے۔ نہ کوئی ریشمی کپڑا آپ کے دستِ مبارک سے زیادہ نرم تھا اور نہ ہی کسی خوشبو کی مہک آپ کے پسینے کی خوشبو سے بڑھ کر تھی۔"(35)

(۶) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو مزاجاً فحش گو تھے اور نہ ہی بناوٹ کے طور پر سخت کلامی کرتے تھے۔ آپ بازار میں بلند آواز سے گفتگو نہیں فرماتے تھے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر سے کام لیتے تھے۔"(36)

(۷) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا، سوائے اس وقت کے جب جہاد فی سبیل اللہ میں ہوں۔ نہ آپ نے کسی خادم کو سزا دی اور نہ ہی کبھی کسی عورت پر ہاتھ اٹھایا۔"[37]

(۸) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو ذاتی طور پر کسی زیادتی کا بدلہ لیتے نہیں دیکھا، ہاں جب اللہ کی حدود میں سے کسی حکم کو توڑا جاتا تو آپ سب سے زیادہ ناراض ہوتے تھے۔ اور جب بھی آپ ﷺ کو دو چیزوں میں سے انتخاب کا موقع دیا جاتا تو آپ وہی اختیار کرتے جو آسان تر ہوتی، بشرطیکہ وہ گناہ کے دائرے میں نہ آتی۔"[38]

(۹) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اجازت مانگی، اس وقت میں بھی موجود تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ اپنے قبیلے کا بُرا آدمی ہے۔ پھر بھی آپ نے اسے اجازت مرحمت فرما دی۔ جب وہ آیا تو آپ نے اس سے نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے بات کی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے تو اس کے بارے میں وہ بات ارشاد فرمائی تھی، لیکن گفتگو بڑی نرمی سے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! لوگوں میں بدترین وہ ہے جس سے لوگ اس کے سخت کلام ہونے کے ڈر سے دور رہنے لگیں۔"[39]

(۱۰) "حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ ﷺ کی اپنے ساتھیوں کے ساتھ نشست و برخاست کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔ آپ نہایت نرم خو اور ملنسار تھے۔ آپ سے بات کرنا سب کے لیے سہل تھا۔ آپ سخت مزاج نہ تھے، نہ ہی بدکلامی کرتے تھے، نہ لوگوں کے عیوب تلاش کرتے اور نہ بخل کرتے تھے۔ آپ فضول باتوں سے احتراز فرماتے اور جو بھی شخص کسی امید کے ساتھ حاضر ہوتا، آپ اسے کبھی مایوس نہیں کرتے تھے۔

آپ نے اپنے لیے تین باتوں کو اختیار نہیں کیا: بحث و تکرار، فضول گوئی اور بے مقصد کام۔ اسی طرح دوسروں کے لیے بھی تین باتوں سے اجتناب کرتے: کسی کی برائی بیان نہیں کرتے، عیب نہیں نکالتے اور کسی کے راز تلاش نہیں کرتے۔ آپ صرف ایسے امور پر گفتگو کرتے جن میں ثواب کی امید ہو۔

جب آپ بات کرتے تو مجلس کے لوگ اس قدر خاموش رہتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، اور جب آپ خاموش ہوتے تو وہ بات کرتے۔ آپ کی موجودگی میں کوئی بحث نہ کرتا۔ جب کوئی شخص بات کرتا تو سب خاموشی سے اس کی بات سنتے، یہاں تک کہ وہ ختم کر لیتا۔ اگر اہلِ مجلس ہنستے تو آپ بھی مسکرا دیتے اور جس چیز پر وہ تعجب کرتے اس پر آپ بھی اظہارِ تعجب فرماتے۔

اگر کوئی اجنبی سوال کرتا تو آپ صبر سے سنتے، یہاں تک کہ اگر صحابہ کرام سختی کرتے تو آپ انہیں روک کر فرماتے: جب تم کسی ضرورت مند کو اپنی حاجت بیان کرتے دیکھو تو اس سے نرمی سے پیش آؤ۔

آپ بغیر کسی انعام واحسان کے اپنی تعریف پسند نہ کرتے، ہاں اگر آپ کسی کو عطا فرماتے اور وہ شکریہ ادا کرتا تو اسے قبول کر لیتے۔ آپ کسی کی گفتگو میں مداخلت نہ کرتے، البتہ اگر کوئی شخص حق سے تجاوز کرتا تو آپ اس کی بات روک دیتے یا پھر اٹھ کر تشریف لے جاتے۔"۔ (40)

(۱۱) حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں: "ما سُئِل رسولُ الله ﷺ شيئًا قط فقال لا" رسول اللہ ﷺ سے جب بھی کچھ مانگا گیا تو آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ نہیں ہے یا نہیں دوں گا۔ (41)

(12) حضرت عائشہ (رض) بیان کرتی ہیں کہ یہودیوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر کہا: السام علیکم (تم پر موت آئے)، حضرت عائشہ نے کہا: تم پر موت آئے، اور تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ کا غضب ہو۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! رک جاؤ، تم نرمی کو لازم رکھو اور تم موجب عار باتوں اور بدکلامی سے اجتناب کرو۔ حضرت عائشہ نے کہا: کیا آپ نے سنا نہیں انھوں نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا میں نے ان کی بات ان پر لوٹا دی تھی اور ان کے متعلق میری دعا قبول ہوگی اور میرے متعلق ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ (42)

حضور ﷺ کے اخلاق حمیدہ کے مثبت اثرات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محاسن اخلاق کا سرچشمہ ہے، سیرت اور احادیث کے کتب میں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے اخلاق حمیدہ اور باوجود قدرت کے حلم وصبر کا مظاہرہ کیا ہے جن سے متاثر ہو کر غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے ہیں، قاضی عیاضؒ "کتاب الشفاء" میں لکھتے ہیں: "احادیث میں حضور ﷺ کی باوجود قدرت و طاقت کے حلم و صبر اور عفو کے واقعات اس کثرت سے ہیں، جو ہم بیان نہیں کر سکتے۔" (43)

ذیل میں ہم احادیث اور سیرت کے کتابوں سے اور بالخصوص "کتاب الشفاء" سے چند ایسی مثالیں بیان کر رہے ہیں۔

1۔ زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:

قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں: "حضور ﷺ کے خدمت میں زید بن سعنہ اسلام لانے سے قبل آیا اور اپنے قرض کا تقاضا کیا اور آپ ﷺ کے کپڑے کو آپ ﷺ کے کندھوں سے کھینچ لیا اور کپڑے کو اکٹھا کر کے پکڑ لیا اور سختی کے ساتھ کلام کیا پھر کہا کہ اے عبد المطلب کے فرزند تم دیر کرنے والے وعدہ خلاف ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا اور رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ہم اس کے سوا اس سے اور بات کرنے کے خواہش مند تھے، یعنی یہ کہ مجھے اچھی طرح ادا کرنے کو کہتے اور ہم اس کو اچھے تقاضے کرنے کی نصیحت کرتے، پھر فرمایا: اس کی مدت میں ابھی ایک تہائی وقت باقی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا مال ادا کرو اور اس کو بیس صاع زیادہ عطا کریں، کیونکہ تم نے اس کو خوفزدہ کیا ہے۔

یہی سبب زید بن سعنہ کے اسلام لانے کا بنا، کیونکہ وہ کہتا تھا کہ میں نے حضور ﷺ کے چہرہ انور سے تمام علامات نبوت معلوم کر لی تھی۔ صرف دو باقی تھی کہ میں نے ان کا امتحان نہیں کیا تھا وہ یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے اُمی ہونے پر بڑھ جائے گا اور آپ ﷺ کی شرف لاعلمی آپ ﷺ کے حلم ہی کو اور زیادہ کرے گی، سو میں نے اس کو بھی آزما لیا اور ویسا ہی پایا جیسا کہ سابقہ کتب سماویہ میں آپ ﷺ کی تعریف لکھی تھی۔ (44)

2۔ عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھا کر ایک ہزار لوگوں کا ایمان لانا:

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول کا انتقال ہوا تو اس کی نمازِ جنازہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا۔ حضور ﷺ نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ حالانکہ اس نے بارہا آپ کو اذیت دی، اہلِ مدینہ کے خلاف باتیں کیں، جنگ اُحد کے موقع پر تین سو ساتھیوں کو لشکر سے واپس لے گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشا۔ حضرت عمرؓ بار بار یاد دہانی کراتے رہے مگر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا: "مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ دعا کروں یا نہ کروں، اور میں دعا کرنے کو اختیار کرتا ہوں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے بھی اسے بخشش مل سکتی ہے تو میں اس سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتا۔" چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ امام طبری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ جب اس بارے میں سوال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری قمیص اور میری نماز اسے عذاب سے نہیں بچا سکتی، مگر مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل کی وجہ سے اس کی قوم کے ہزار افراد اسلام قبول کریں گے۔" (45) چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ ﷺ کی نرمی اور اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر عبد اللہ بن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ واقعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاق و کردار کی تاثیر سے دل نرم پڑتے ہیں اور لوگ ایمان لاتے ہیں۔ (46)

3۔ فتح مکہ کے بعد ابو سفیان اور ہند کو معاف کر کے دونوں کا ایمان لانا:

امام ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی (م 630ھ) نقل کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ معظمہ فتح فرمایا تو ابو سفیان بن الحارث اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی۔ ابو سفیان نے کہا: "اگر مجھے معافی نہ ملی تو میں اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر صحراؤں میں نکل جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا دل پسیج گیا اور آپ نے ان دونوں کو اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ حاضر ہوئے اور ایمان لے آئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان کو مشورہ دیا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے وہی الفاظ پیش کرو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا": اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم خطاکار ہیں۔"
چنانچہ جب ابو سفیان نے یہ الفاظ کہے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہی انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا:
"آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمہیں معاف فرمائے، وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں قریب بٹھایا، انہوں نے اپنی سابقہ کوتاہیوں پر معافی مانگی اور اسلام قبول کر لیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! ابو سفیان عزت و فخر پسند کرتا ہے، آپ انہیں کوئی ایسی فضیلت عطا فرمائیں جس پر وہ اپنی قوم میں فخر کر سکیں۔" تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو گا، اسے امان دی جائے گی۔ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے گا، وہ بھی محفوظ ہے۔ جو مسجد میں داخل ہو گا یا جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا، اس کو بھی امان ہے۔"

یوں رسول اکرم ﷺ نے اپنے عظیم اخلاق اور بے مثال درگزر کا عملی مظاہرہ فرمایا جس نے دشمنوں کے دلوں کو جیت لیا۔ (47)

جب ہند بنت عتبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا یہ ہند ہے؟"

ہند نے عرض کیا:

"جی، میں ہی ہند ہوں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، میری پچھلی لغزشوں کو معاف فرما دیجیے۔"

اس کے ساتھ کئی اور خواتین بھی موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سب سے وعدہ لیا کہ:

- وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی،
- چوری اور بدکاری سے بچیں گی،
- اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی،
- بے گناہ پر تہمت نہیں لگائیں گی،
- اور کسی نیک کام میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ان سے بیعت لے لیں، اور آخر میں ان تمام خواتین کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے۔ (48)

4۔ عکرمہ بن ابی جہل کا معافی کے بعد مسلمان ہونا

امام ابن اثیر شیبانیؒ (وفات 630ھ) کے بیان کے مطابق، عکرمہ بن ابی جہل ان لوگوں میں شامل تھے جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے، آپ کی مخالفت کرنے اور آپ کے خلاف جنگوں میں مال خرچ کرنے میں نمایاں تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو انہیں اپنی جان کا اندیشہ لاحق ہوا اور وہ یمن کی طرف بھاگ نکلے۔

اس دوران ان کی زوجہ ام حکیم بنت حارث ایمان لے آئیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے شوہر کے لیے امان طلب کی اور پھر ایک رومی غلام کے ہمراہ عکرمہ کی تلاش میں نکلیں۔ کچھ قبائل کی مدد سے وہ انہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئیں، اس وقت عکرمہ سمندر کا سفر اختیار کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

ام حکیم نے ان سے کہا:

"میں ایسے شخص کے پاس سے آئی ہوں جو سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، سب سے زیادہ بردبار ہیں اور سب سے زیادہ کریم ہیں۔ انہوں نے تمہیں امان دے دی ہے۔"

یہ سن کر عکرمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ کر خوشی سے مسرور ہو گئے۔ عکرمہ نے اسلام قبول کیا اور پھر آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے استغفار فرمایا۔[49]

5۔ وحشی کا معافی ملنے کے بعد مسلمان ہونا

وحشی بن حرب، ابتداءً جبیر بن مطعم کے غلام تھے۔ بعض روایات کے مطابق وہ بنت الحارث بن عامر کے غلام تھے۔ ان کی مالکہ نے ان سے کہا تھا کہ: "میرے والد جنگِ بدر میں قتل ہو گئے تھے، اگر تم محمد ﷺ، حمزہؓ یا علیؓ میں سے کسی ایک کو قتل کر دو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گی۔" چنانچہ جنگِ احد میں وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس سانحے نے رسول اللہ ﷺ کو سخت غمگین اور رنجیدہ کیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو وحشی کو اپنی جان کا خوف لاحق ہوا اور وہ طائف کی طرف بھاگ گئے۔ بعد میں ایک وفد کے ہمراہ مدینہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ وہیں انہوں نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

حافظ ابن عساکرؒ (وفات 571ھ) نے وحشی کے اسلام لانے کا نہایت مؤثر واقعہ ذکر کیا ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کو بلایا اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ اس پر وحشی نے عرض کیا: "اے محمد ﷺ! آپ مجھے دین کی دعوت دیتے ہیں، حالانکہ میں نے شرک کیا ہے، قتل کیا ہے اور زنا بھی کیا ہے۔ اور آپ ہی یہ آیت تلاوت کرتے ہیں کہ:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا[50]

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ (مثلاً قصاص میں) اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہے گا۔

جب وحشی نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل کر دی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا[51]

لیکن جو (موت سے پہلے) توبہ کر لے، اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

وحشی نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ بہت سخت شرط ہے کیونکہ اس میں ایمان لانے سے پہلے کے گناہوں کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے مجھ سے ایمان لانے کے بعد گناہ ہو جائیں گے تو پھر ایمان لانے کے بعد اگر میری بخشش نہ ہو تو پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ[52]

"بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا، اور اس کے علاوہ جو گناہ ہو اسے جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے"۔

وحشی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اس آیت میں تو مغفرت اللہ کے چاہیے پر موقوف ہے، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بخشنا نہ چاہے، پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ۔اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ[53] "آپ کہیے کہ اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتیاں کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔"

وحشی نے جب رسول اللہ ﷺ سے آپ کے جوابات سنے تو عرض کیا" :اب میرا دل مطمئن ہو گیا۔ "اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا" :یارسول اللہ! یہ خوشخبری کیا صرف وحشی کے لیے ہے یا سب کے لیے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" :یہ بشارت سب کے لیے ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وحشی نے امان حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کے لیے یہی شرائط پیش کیں اور آپ ﷺ نے بھی انہیں وہی تسلی بخش جوابات عطا فرمائے۔[54]

غور کرنے کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وحشی کے ہر شرط اور ہر ناز کو مد نظر رکھا، اس کی ہر ضرورت اور تشویش کو دور کیا، اور اسے کلمہ پڑھا کر جنت کا راستہ دکھایا، حالانکہ یہ وہی شخص تھا جس نے آپ کے عزیز چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔

یہی وہ بلند اخلاق اور عظیم ظرف تھے جنہیں دیکھ کر گروہ در گروہ لوگ اسلام کی راہ پر آئے۔ اگر کسی عام انسان سے ہمارا کوئی قریبی عزیز قتل ہو جائے تو ہم اس سے بات کرنے کو بھی تیار نہیں ہوتے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے بلند اخلاق سے اس قاتل کے ہر نخرے کو برداشت کیا اور اسے ہدایت کی روشنی دکھائی۔ یہ واقعہ اخلاق نبوی ﷺ کی عظمت اور رحم و شفقت کی ایک روشن مثال ہے، جس نے دوسروں کے دلوں میں ایمان کی جڑیں مضبوط کیں۔

6۔ ثمامہ بن اثال کا رسولِ اکرم ﷺ کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر ایمان لانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار روانہ کیے تو اُنہوں نے بنی حنیفہ کے فردِ واحد ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر مدینہ لایا اور مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھ دیا۔ حضور ﷺ جب اس کے پاس تشریف لائے تو

آپ نے پوچھا: "اے ثمامہ! تمہارا ارادہ کیا ہے؟" اُس نے جواب دیا: "اے محمد! میرا ارادہ نیک ہے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے قتل کر دیں یا اگر آپ نیکی کریں تو میں شکر گزار رہوں گا۔ اگر مال و دولت چاہیے تو جتنا چاہیں لے لیں۔"

نبی ﷺ نے خاموشی اختیار کی اور واپس چلے گئے۔ اگلے دن پھر پوچھا تو ثمامہ نے وہی جواب دہرایا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ اسے چھوڑ کر واپس آگئے، اور تیسری مرتبہ بھی جب یہی جواب ملا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

ثمامہ اس بے مثل نرم خوئی اور عفو و کرم سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ مسجد کے نزدیک کسی باغ میں جا کر غسل کیا اور پھر مسجدِ نبوی میں آکر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔" وہ مزید کہنے لگا کہ پہلے مجھے زمین پر کسی سے اتنی نفرت نہیں تھی جتنی تم سے تھی، مگر آج آپ کا چہرہ سب چہروں سے محبوب ہو گیا۔ وہ کہتا تھا کہ جو دن تک میں نے آپ سے بغض رکھا، آج وہ سب بدل گیا ہے؛ اب مجھے آپ کا دین سب سے عزیز اور آپ کا شہر سب سے محبوب ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اسے خوشخبری دی کہ وہ عمرہ کرے؛ جب وہ مکہ پہنچا تو لوگوں نے پوچھا کیا تم دین بدل گئے ہو؟ ثمامہ نے جواب دیا: "نہیں، بلکہ میں تو حضور ﷺ کے قدمِ مبارک کے سامنے مسلمان ہوا ہوں۔" بعد ازاں اس نے یہ کہا کہ اب میری اپنی شہر یمامہ سے کوئی اناج آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر نہیں جائے گا—ایک ایسی پختہ وابستگی اور تبدیلی جو صرف حضور کے بلند اخلاق کے اثرِ شاندار کا نتیجہ تھی۔[55]

7۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن وہ ایک جماعت کے ہمراہ راستے سے گزر رہے تھے کہ پیارے نبی ﷺ کے مؤذن نے اذان دینے شروع کی۔ چونکہ ان کے دل میں اسلام اور نبی ﷺ کے لیے سخت نفرت تھی، انہوں نے اذان کی آواز کی نقلیں اُتارنی شروع کیں اور مقدس اذان کا مذاق اڑایا۔

یہ سن کر حضور ﷺ نے چند افراد کو بھیجا تاکہ انہیں پکڑ کر لے آئیں اور آپ کے سامنے بیٹھا دیا جائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "تم میں سب سے اونچی آواز کس کی تھی؟" سب نے حضرت ابو محذورہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا اور حضرت ابو محذورہ کو کہا: "اذان پڑھو"!

حضرت ابو محذورہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا، حالانکہ دل میں نفرت تھی۔ آپ ﷺ نے خود مجھے اذان کے الفاظ پڑھائے اور جب میں "اشھد ان محمد رسول اللّٰہ" تک پہنچا تو فرمایا کہ اسے بلند آواز سے دہراؤں۔ جب میں اذان مکمل کر چکا، حضور ﷺ نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی، پھر اپنی برکت والے ہاتھ سے میری پیشانی، چہرے اور سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: "اللہ تجھ پر برکت نازل فرمائے۔"

حضرت ابو محذورہ اس اعلیٰ اخلاق اور شفقت سے متاثر ہوئے اور اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ بعد ازاں آپ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! مجھے مکہ میں مؤذن مقرر کر دیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "ہاں، میں تمہیں امیر بناؤں گا۔" اس واقعے کے بعد حضرت ابو محذورہ کے دل سے نفرت دور ہوئی اور وہ نبی ﷺ کے سچے عاشق اور وفادار مسلمان بن گئے۔ (56)

آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کے باوجود کفار ضد پر قائم رہنا:

جب پیارے نبی ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو پورا عرب آپ کے شدید دشمن بن گیا۔ اس کے بعد ایذا رسانیوں کا سلسلہ شروع ہوا جو کئی برس تک جاری رہا۔ آپ پر بار بار جان لیوا حملے کیے گئے اور ہر ممکن طریقے سے آپ کو ستایا گیا۔ آپ کی پشت پر اوجھڑی ڈالی گئی، آپ کے گھر کے برتنوں میں غلاظت ڈال دی گئی، اور آپ پر پتھر برسائے گئے جس سے آپ کے پیر لہولہان ہو گئے۔ آپ کے دندان مبارک کو بھی نقصان پہنچا اور منہ خون آلود ہو گیا۔ دشمنوں نے آپ کو ہر طرح کے دردناک اور تکلیف دہ مظالم سے دوچار کیا۔ لیکن سب سے بڑی قربانی اور حسن اخلاق یہ ہے کہ پیارے نبی ﷺ نے کبھی بھی اپنے دشمنوں سے ان کی ایذا کا بدلہ نہیں لیا۔ آپ ہمیشہ معاف کرنے والے، صابر اور مہربان تھے، اور یہی عظیم اخلاقیات تھیں جنہوں نے لوگوں کے دلوں کو بدل دیا اور دشمنوں کو بھی متاثر کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اکثر مواقع پر غیر مسلم مسلمان ہو چکے ہیں، لیکن بعض مواقع ایسے بھی پیش آئے ہیں، جہاں آپ ﷺ کے اچھے اخلاق کو نظر انداز کیا گیا ہیں، ذیل میں ہم اس کے چند مثالیں ذکر کرتے ہیں:

1۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

> آپ ﷺ نے لبید بن الاعصم پر جبکہ اس نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا، کوئی مواخذہ نہین کیا، حالانکہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے تمام حالات کا علم ہو گیا تھا، آپ ﷺ نے اس پر عتاب تک نہ فرمایا، چہ جائیکہ سزا دیتے۔ (57)

2۔ سنہ 7 ہجری میں، پیارے نبی ﷺ نے عمرۃ القضاء کی ادائیگی فرمائی۔ اسی موقع پر آپ ﷺ کا نکاح اُم المومنین حضرت میمونہؓ سے ہوا۔ اس خوشی کے موقع پر آپ ﷺ نے ولیمہ کا اہتمام کیا اور اہل مکہ کو بھی دعوت دی، مگر بدقسمتی سے انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ (58)

3۔ اہل مکہ نے مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، مگر جب مکہ میں شدید قحط پڑا اور لوگ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے، تو پیارے نبی ﷺ نے مکہ کے قحط زدہ غیر مسلموں کے لیے پانچ سو دینار بھیجے۔ اس وقت مدینہ کے مسلمان خود سخت مالی مشکلات کا سامنا کر رہے تھے، اس لیے پانچ سو دینار کی اہمیت کا اندازہ لگانا آسان ہے کیونکہ بیس دینار تقریباً ساڑھے ستاسی گرام سونے کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ رقم پیارے نبی ﷺ نے مکہ کے سرداروں، ابوسفیان اور صفوان ابن اُمیہ، کے حوالے کی تاکہ وہ اسے تقسیم کریں، حالانکہ یہ لوگ اس وقت مسلمانوں کے سخت مخالف اور مکہ کے قائدین تھے۔ (59)

4۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: کیا آپ پر جنگ احد سے بھی زیادہ کوئی دن مشکل گزرا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو مصیبتیں برداشت کیں، وہ سب برداشت کیں، مگر سب سے زیادہ تکلیف یوم عقبہ میں ہوئی، جب میں طائف کی وادیوں میں تبلیغ کے لیے گیا تھا۔ اس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبدیالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا، مگر اس نے میرے مطالبات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ شدید افسردگی میں میں چلتا رہا اور قرن الثعالب میں پہنچا۔

اسی وقت میں نے اوپر دیکھا تو مجھ پر سایہ پڑا، اور وہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام موجود تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا: بیشک اللہ نے سنا کہ آپ نے اپنی قوم کو کیا پیغام دیا اور انہوں نے کیا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں حکم دے سکیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتے نے سلام کیا اور کہا: اے محمد ﷺ! اگر آپ چاہیں تو میں ان لوگوں کو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کے شریک نہ ٹھہرائیں۔[60]

5۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں۔[61] اور حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں؛ صحابہ کرام نے آپ سے عرض کیا: یارسول ﷺ مشرکین کے خلاف بددعا کردیں تو آپ ﷺ ے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا یا عذاب بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔[62]

6۔ لبید بن الاعصم کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے انتہائی نرم مزاجی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ باوجود اس کے کہ لبید نے پہلے مسلمانوں پر ظلم و ستم کیے اور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائی، رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ ملاقات یا معاملے میں کبھی کوئی تلخی یا غصہ ظاہر نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے اسے اس کے سابقہ اعمال یاد دلانے یا اس کے بارے میں رنج ظاہر کرنے کی بجائے صبر، مہربانی اور شائستگی کے ساتھ پیش آئے۔ یہ بات اس لحاظ سے قابل غور ہے کہ لبید جانتا تھا کہ نبی ﷺ ہر بات سے باخبر ہیں اور اس کے ظلم کی تفصیلات بھی آپ ﷺ کے علم میں تھیں، پھر بھی نبی اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ اچھے اخلاق کی راہ اختیار کی۔

اس کے باوجود لبید بن الاعصم نے اپنی زندگی میں اسلام قبول نہیں کیا، تاہم یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق اور دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کی بلند مثال کے طور پر تاریخ میں محفوظ ہے۔[63]

7۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں۔[64] اور حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں؛ صحابہ کرام نے آپ سے عرض کیا گیا: یارسول ﷺ مشرکین کے خلاف بددعا کردیں تو آپ ﷺ ے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا یا عذاب بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔"[65]

حاصل کلام:

نتیجتاً، اس تحقیق سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسانی تخلیق کا مقصد عبادتِ الٰہی ہے، اور اس عبادت کا کامل نمونہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور سیرتِ طیبہ میں جلوہ گر ہے۔ قاضی عیاضؒ کی تصنیف الشفا بتعریف حقوق المصطفی ﷺ کے مطالعے سے یہ امر نمایاں ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ نہ صرف آپ ﷺ کی نبوت کا مرکزی وصف تھے بلکہ اسلام کے عالمی فروغ کی اساس بھی یہی اوصاف تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی سیرت و کردار کے ذریعے ایک ایسی اخلاقی و روحانی انقلاب برپا کیا جس نے فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرتی تبدیلی کی راہیں بھی ہموار کیں۔

نیز یہ بھی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات آج بھی انسانیت کے لیے عالمگیر رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ میں وہ ہمہ گیر قوت پائی جاتی ہے جو روحانی و سماجی فاصلے مٹا کر انسانوں کو قربِ الٰہی اور باہمی اخوت کی طرف بلاتی ہے۔ یوں الشفا نہ صرف نبی کریم ﷺ کے اوصاف کا تعارف ہے بلکہ اخلاقی و روحانی تربیت کے ایک دائمی منشور کی حیثیت رکھتی ہے، جو ہر دور میں انسانیت کو راہِ مستقیم دکھانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

حوالہ جات و حواشی:

[1]. سورہ القلم:4

The Qur'ān, al-Qalam (68): 4.

[2]۔ الزبیدی، محمد مرتضیٰ الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الفکر، بیروت۔ 1994ء، ج13، ص124۔

al-Zobedī, Muḥammad Murtaḍā al-Ḥusaynī, Tāj al-'Arūs min Jawāhir al-Qāmūs, Dār al-Fikr, Beirut, 1994, vol. 13, p. 124.

[3]۔ الازدی، ابن درید، محمد بن حسن، جمہرۃ اللغۃ، دار صادر: بیروت لبنان، ج1، ص734۔

al-Azdī, Ibn Durayd, Muḥammad ibn al-Ḥasan, Jamharat al-Lughah, Dār Ṣādir, Beirut, Lebanon, vol. 1, p. 734.

[4]۔ اردو انگلش ڈکشنری، ص51۔

Urdu-English Dictionary, p. 51.

[5]۔ الغزالی، محمد بن محمد، احیاء العلوم، مطبعہ مصطفیٰ، البابی الحلبی، مصر، 1939ء، ج3، ص52۔

al-Ghazālī, Muḥammad ibn Muḥammad, Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn, Maṭba'ah Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, Miṣr, 1939, vol. 3, p. 52.

[6]۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، لبنان، ج10، ص86۔

Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram, Lisān al-'Arab, Dār Ṣādir, Beirut, Lebanon, vol. 10, p. 86.

[7]۔ الجرجانی، علی بن محمد بن علی، کتاب التعریفات، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 2002ء، ص86۔

al-Jurjānī, 'Alī ibn Muḥammad ibn 'Alī, Kitāb al-Ta'rīfāt, Dār al-Kitāb al-'Arabī, Beirut, Lebanon, 2002, p. 86.

[8]۔ الکتانی، عبد الحئی بن عبد الکبیر، فہرس الفہارس والاثبات، دار المغرب الاسلامیہ، بیروت، 1420ھ، ج2، ص800۔

al-Kattānī, ‘Abd al-Ḥayy ibn ‘Abd al-Kabīr, Fihris al-Fahāris wa al-Athbāt, Dār al-Maghrib al-Islāmiyyah, Beirut, 1420 AH, vol. 2, p. 800.

9 ۔ مقری تلمسانی، احمد، ازہار الریاض، الفضالۃ، بیت المغرب، بیروت، 1423ھ، ج 1، ص 24۔

Moqarī al-Tilimsānī, Aḥmad, Azhar al-Riyāḍ, al-Faḍālah, Bayt al-Maghrib, Beirut, 1423 AH, vol. 1, p. 24.

10 ۔ ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان، دار صادر، بیروت، 1398ھ، ج 3، ص 485۔

Ibn Khallikān, Aḥmad ibn Muḥammad, Wafayāt al-A‘yān, Dār Ṣādir, Beirut, 1398 AH, vol. 3, p. 485.

11 ۔ الذہبی، محمد بن احمد شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، بیت الافکار، الدولیۃ، بیروت، 2004ء، ص 2983۔

al-Dhahabī, Muḥammad ibn Aḥmad Shams al-Dīn, Siyar A‘lām al-Nubalā’, Bayt al-Afkār al-Duwaliyyah, Beirut, 2004, p. 2983.

12 ۔ مقری تلمسانی، ازہار الریاض، ج 3، ص 8۔

Moqarī al-Tilimsānī, Azhar al-Riyāḍ, vol. 3, p. 8.

13 ۔ ایضا، ج 3، ص 10۔

ibid., vol. 3, p. 10.

14 ۔ ایضا، ج 3، ص 11۔

ibid., vol. 3, p. 11.

15 ۔ الکتانی، فہرس الفہارس والاثبات، ج 2، ص: 799۔

al-Kattānī, Fihris al-Fahāris wa al-Athbāt, vol. 2, p. 799.

16 ۔ قاضی عیاض، مقدمۃ الشفاء، ص 9۔

Qāḍī ‘Iyāḍ, Muqaddimat al-Shifā’, p. 9.

17 ۔ مرعشلی، یوسف بن عبد الرحمن، مصادر الدراسات الاسلامیہ، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، 1428ھ، ج 1، ص 257۔

Mar‘athalī, Yūsuf ibn ‘Abd al-Raḥmān, Maṣādir al-Dirāsāt al-Islāmiyyah, Dār al-Bashā’ir al-Islāmiyyah, Beirut, 1428 AH, vol. 1, p. 257.

18 ۔ سورۃ آل عمران: 159

The Qur’ān, Āl ‘Imrān (3): 159

19 ۔ سورۃ فصلت: 34

The Qur’ān, Fuṣṣilat (41): 34

20 ۔ سورۃ النحل: 90

The Qur’ān, al-Naḥl (16): 90

21 ۔ سورۃ لقمان: 19

The Qur’ān, Luqmān (31): 19

22 ۔ سورۃ آل عمران: 134

The Qur’ān, Āl ‘Imrān (3): 134

23 ۔ الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، کتاب الایمان عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی استکمال الایمان وزیادتہ ونقصانہ، رقم 2612۔

al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ‘Īsā, Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Īmān ‘an Rasūl Allāh ﷺ, Bāb: Mā Jā’a fī Istikmāl al-Īmān wa Ziyādatihi wa Nuqṣānih, Ḥadīth no. 2612.

24 ۔ سنن الترمذی، کتاب: البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، الرقم: 2018۔

Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah ‘an Rasūl Allāh ﷺ, Ḥadīth no. 2018.

25 ۔ ابو داود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، الرقم: 4798۔

Abū Dāwūd, Kitāb al-Adab, Bāb fī Ḥusn al-Khuluq, Ḥadīth no. 4798.

26 ۔ سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی حسن الخلق، الرقم: 2002۔

Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah, Bāb Mā Jā’a fī Ḥusn al-Khuluq, Ḥadīth no. 2002.

27 ۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، برقم (4246)، وأحمد في المسند، برقم (7907)، وقال محققوه: "حديث حسن"، وذكره الألباني في السلسلة الصحيحة، برقم: 977۔

Ibn Mājah, Kitāb al-Zuhd, Bāb Dhikr al-Dhunūb, Ḥadīth no. 4246; Aḥmad ibn Ḥanbal, al-Musnad, Ḥadīth no. 7907; also al-Albānī, al-Silsilah al-Ṣaḥīḥah, Ḥadīth no. 977.

28 ۔ یحصبی، ابی الفضل، قاضی عیاضؒ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور، ج 1، ص 73۔

al-Yaḥṣubī, Abū al-Faḍl Qāḍī ‘Iyāḍ, al-Shifā’ bi-Ta‘rīf Ḥuqūq al-Muṣṭafā, Maktabah Rawḍat al-Qur’ān, Peshawar, vol. 1, p. 73.

29 ۔ ابن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تفسیر سورۃ القلم: 4۔

Ibn Jarīr al-Ṭabarī, Jāmi‘ al-Bayān ‘an Ta’wīl Āy al-Qur’ān, Tafsīr The Qur’ān, al-Qalam (68): 4.

30 ۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ ۱۳۹۔ باب۔ رقم الحدیث: ۷۴۶)۔

Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Ṣalāh, Ḥadīth no. 746.

31 ۔ (المؤمنون: ۱)

The Qur’ān, al-Mu’minūn (23): 1

32 ۔ (القلم: ۴)

The Qur’ān, al-Qalam (68): 4

33 ۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۷۷)۔

Mālik ibn Anas, al-Muwaṭṭa’, Ḥadīth no. 1677.

34 ۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث، ۱۳۰، حافظ سیوطی نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۹۵)۔

al-Suyūṭī, al-Jāmi‘ al-Ṣaghīr, Ḥadīth no. 130; also Kanz al-‘Ummāl, Ḥadīth no. 31895.

35 ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۱۱، ۶۰۳۸، ۳۵۶۱، ۲۷۶۸، ۱۹۷۳ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۳۰، ۲۳۱۰، ۲۳۰۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث ۴۷۷۴، ۴۷۷۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۰۵، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۷۹۴۶، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۵، ۱۷۴، ۱۲۴)۔

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth nos. 6911, 6038, 3561, 2768, 1973; Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth nos. 2330, 2310, 2309; Sunan Abī Dāwūd, Ḥadīth nos. 4774, 4773; Sunan al-Tirmidhī, Ḥadīth no. 2105; Muṣannaf ‘Abd al-Razzāq, Ḥadīth no. 7946; Musnad Aḥmad, vol. 3, pp. 195, 174, 124.

36 ۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۶، مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۶، ۲۳۶، ۱۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۰)۔

Sunan al-Tirmidhī, Ḥadīth no. 2016; Musnad Aḥmad, vol. 6, pp. 246, 236, 174; Muṣannaf Ibn Abī Shaybah, vol. 8, p. 330.

37 ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۶۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۶۸، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۷۵، شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۴۹، المعجم الصغیر ج ۲ ص ۱۹)۔

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth no. 2328; Musnad Aḥmad, vol. 2, p. 281; Muṣannaf Ibn Abī Shaybah, vol. 8, p. 368; Sharḥ al-Sunnah, Ḥadīth no. 3668; Musnad Abī Ya‘lā, Ḥadīth no. 4375; Shamā’il al-Tirmidhī, Ḥadīth no. 1349; al-Mu‘jam al-Ṣaghīr, vol. 2, p. 19.

[38] ۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵، مسند احمد ج ۶ ص ۸۵، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۷۹۴۲، مسند ابو یعلی رقم الحدیث ۴۳۷۵، مسند الحمیدی رقم الحدیث ۲۵۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱۰، الادب المفرد رقم الحدیث: ۲۷۴، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۴۸۱)۔

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth no. 3560; Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth no. 2327; Sunan Abī Dāwūd, Ḥadīth no. 4785; Musnad Aḥmad, vol. 6, p. 85; Muṣannaf ‘Abd al-Razzāq, Ḥadīth no. 17942; Musnad Abī Ya‘lā, Ḥadīth no. 4375; Musnad al-Ḥumaydī, Ḥadīth no. 258; Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān, Ḥadīth no. 6410; al-Adab al-Mufrad, Ḥadīth no. 274; Musnad ‘Abd ibn Ḥumayd, Ḥadīth no. 1481.

[39] ۔(صحیح البخاری رقم الحدیث ۶۰۳۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹۱، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۶، الادب المفرد رقم الحدیث: ۱۳۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۲۹، حلیۃ الاولیاء، ج ۶ ص ۳۳۵)۔

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth no. 6032; Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth no. 2591; Sunan Abī Dāwūd, Ḥadīth no. 4791; Sunan al-Tirmidhī, Ḥadīth no. 1996; al-Adab al-Mufrad, Ḥadīth no. 1311; Muṣannaf Ibn Abī Shaybah, vol. 8, p. 329; Ḥilyat al-Awliyā’, vol. 6, p. 335.

[40] ۔(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲)۔

Shamā’il al-Tirmidhī, Ḥadīth no. 352.

[41] ۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۳۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۱۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۱۵)

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth no. 6034; Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth no. 2311; Musnad Aḥmad, vol. 3, p. 307; Muṣannaf Ibn Abī Shaybah, vol. 11, p. 515.

[42] ۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۳۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۵)۔

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth no. 6130; Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth no. 2165.

[43] ۔ قاضی عیاض، کتاب الشفاء، ج1، ص75۔

Qāḍī ‘Iyāḍ, al-Shifā’, vol. 1, p. 75.

[44] ۔ ایضا، ص74۔

ibid., p. 74.

[45] ۔طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر الطبری)، دار المعرفہ، بیروت، 1409ھ، ج10، ص142۔

al-Ṭabarī, Abū Ja‘far Muḥammad ibn Jarīr, Jāmi‘ al-Bayān ‘an Ta’wīl Āy al-Qur’ān (Tafsīr al-Ṭabarī), Dār al-Ma‘rifah, Beirut, 1409 AH, vol. 10, p. 142.

[46] ۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۳۶۶۔

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth no. 1366.

[47] ۔ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ ج ۲، ص ۱۶۴ مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت۔

Ibn al-Athīr, al-Kāmil fī al-Tārīkh, vol. 2, p. 164, Dār al-Kutub al-‘Arabiyyah, Beirut.

[48] ۔ الکامل فی التاریخ ج2، ص171۔

al-Kāmil fī al-Tārīkh, vol. 2, p. 171.

[49] ۔ ایضاً ج ۲، ص ۱۶۸۔

ibid., vol. 2, p. 168.

[50] ۔ سورہ الفرقان: 68، 69

The Qur’ān, al-Furqān (25): 68–69

[51] ۔ ایضا: 70

ibid., (25): 70

52 ۔ سورہ النساء:48

The Qur’ān, al-Nisā’ (4): 48

53 ۔ سورہ الزمر:53

The Qur’ān, al-Zumar (39): 53

54 ۔ ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، ج۲۶ ص۲۶۳، ۲۶۲۔

Ibn ‘Asākir, Mukhtaṣar Tārīkh Dimashq, vol. 26, pp. 262–263.

55 ۔ صحیح بخاری، الرقم:4114۔

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth no. 4114.

56 ۔ سنن ابن ماجہ، الرقم:708۔

Sunan Ibn Mājah, Ḥadīth no. 708.

57 ۔ قاضی عیاض، کتاب الشفاء، ص74۔

Qāḍī ‘Iyāḍ, al-Shifā’, p. 74.

58 ۔ حمیری، ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب، السیرۃ النبویۃ(سیرت ابن ہشام)، دارالعرفہ بیروت، ج2، ص372۔

al-Ḥimyarī, Abū Muḥammad ‘Abd al-Malik ibn Hishām ibn Ayyūb, al-Sīrah al-Nabawiyyah (Sīrat Ibn Hishām), Dār al-‘Urfah, Beirut, vol. 2, p. 372.

59 ۔ شامی، محمد بن محمد امین، المختار علی الدر المختار، باب المصرف، دار الفکر، بیروت، 1386ھ، ج3، ص302۔

al-Shāmī, Muḥammad ibn Muḥammad Amīn, al-Muḥtār ‘alā al-Durr al-Mukhtār, Bāb al-Maṣraf, Dār al-Fikr, Beirut, 1386 AH, vol. 3, p. 302.

60 ۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث:۳۲۳۱۔

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth no. 3231.

61 ۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان، الصحیح (صحیح ابن حبان)، بیروت، 1414ھ/1993ء، الرقم:973۔

Ibn Ḥibbān, Abū Ḥātim Muḥammad ibn Ḥibbān, al-Ṣaḥīḥ (Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān), Beirut, 1414 AH / 1993 CE, Ḥadīth no. 973.

62 ۔ امام بخاری، الادب المفرد، رقم:321۔

al-Bukhārī, al-Adab al-Mufrad, Ḥadīth no. 321.

63 ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج۳، ص۲۵۔

Sayyid Abul A‘lā Mawdūdī, Tafhīm al-Qur’ān, vol. 3, p. 25.

64 ۔ صحیح ابن حبان، رقم:973۔

Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān, Ḥadīth no. 973.

65 ۔ امام بخاری، الادب المفرد، رقم:321۔

al-Bukhārī, al-Adab al-Mufrad, Ḥadīth no. 321.